مولانا عبدالحق چوھان رحمہ اللہ

ولادت نبوی ﷺ

نبی کریم ﷺ سے پہلے انبیاء سابقین کا تعلق حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اسحاق خاندان سے تھا۔لیکن آپ ﷺ کا تعلق حضرت اسماعیل ذبیح اللہ (علیہ السلام) کے خاندان سے ہے۔آپ ﷺ کی پیدائش سے کئی ہزار برس قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم ایزدی کے تحت وادیٔ مکہ کے غیر آباد علاقہ میں اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان کی والدہ ماجدہ سیدہ ھاجرہ کی معیت میں لاکر یہاں پر آباد کیا۔حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو انہوں نے قبیلہ بنوجرھم کے خاندان سے شادی کی۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ان میں سے قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی اور پھیلی۔نبی کریم ﷺ عدنان کے واسطہ سے اس کی اولاد میں سے ہیں۔حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہم السلام نے مل کر خانہ کعبہ کی منہدم عمارت کو از سر نو تعمیر کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں صاحب عزیمت وعظمت پیغمبر مبعوث ہونے کی دعا مانگی اور نبی کریم ﷺ اسی دعا کا مصداق ہیں۔امتداد زمانہ کے باعث ملت حنفی کی حقیقی تعلیم بتدریج محو پذیر ہوتی گئی تا آنکہ خدائے قدوس کا وہ گھر جو کہ توحید ایزدی اور عبادت ربانی کی اقامت کے لیے تعمیر ہوا تھا۔بیت الاصنام کی شکل اختیار کر گیا۔

رئیس الموحدین کی اولاد بے دست و پا صور اصنام کے سامنے سجدہ ریز ہوگئی اور پوری ضلالت وگمراہی کے تہ بتہ بادل محیط ہوگئے۔زیادہ ترصحیح قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ربیع الاول کی ۹ اور ۱۰ تاریخ کی درمیانی شب کی صبح صادق ۱۰ ار اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔آپ ﷺ کے جد امجد جناب عبدالمطلب نے آپ کا اسم گرامی ''محمد'' تجویز کیا۔ابتداء میں آپ کی رضاعت کی خدمت ابولہب عبدالعزیٰ کی باندی ثویبہ کے سپرد ہوئی۔بعد میں قبیلہ بنوسعد کی خوش بخت خاتون سیدہ حلیمہ سعدیہ نے اس نعمت عظمیٰ کو حاصل کیا۔۶ برس تک آپ ﷺ اسی قبیلہ میں مقیم رہے۔بی بی حلیمہ کے پاس زمانہ قدیم میں ایک دفعہ آپ کا شق صدر بھی ہوا۔اس کے بعد آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں والدہ ماجدہ کے زیر کفالت رہے۔لیکن شفقت مادری کا یہ سایہ بھی دیرپا ثابت نہ ہوا۔آپ ﷺ نے والدہ ماجدہ کے ساتھ مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا۔اس سفر میں واپسی پر مقام ابواء پر آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا۔آپ ﷺ بی بی اُمِ ایمن کی معیت میں مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے اور جد امجد کی زیر کفالت رہے۔آپ نے ابھی زندگی کی سات بہاریں دیکھی تھیں۔کہ جد امجد بھی داغِ مفارقت دے گئے۔آپ ﷺ کے چچاؤں میں چونکہ جناب زبیر بن عبدالمطلب سب سے بڑے تھے۔اس لیے آپ ﷺ ان کی زیر کفالت رہے۔ان کی وفات کے بعد یہ خدمت ابوطالب عبدمناف کے سپرد ہوئی۔سن رشد کو پہنچ کر آپ ﷺ نے مشغلۂ تجارت اختیار کیا۔اسی سلسلہ میں آپ ﷺ سیدہ خدیجہ طاہرہ کا مال تجارت شام کی طرف لے گئے۔حسن اخلاق ،امانت اور نزہت دامن کے باعث آپ

ﷺ الامین الصادق کے لقب سے مشہور ہوگئے۔ انہی مکارم اخلاق کے باعث سیدہ خدیجہ طاہرہ نے آپ کے ساتھ رشتہ ازدواج کی پیش کش کی۔ جس کو آپ ﷺ نے قبول کرنے سے معذرت ظاہر کی۔ لیکن ان کے حد سے زیادہ اصرار پر آپ ﷺ نے یہ رشتہ قبول کرلیا۔ مجلس نکاح منعقد ہوئی اور ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ اس وقت آپ ﷺ پچیس برس کی عمر میں تھے۔ جوں جوں زمانہ ظہور نبوت قریب آنے لگا آپ کے دل میں خلوت گزینی کی محبت پیدا ہوتی گئی اور آپ ﷺ کی یہ عادت مبارکہ ہوگئی کہ کچھ مدت کے لیے زادسفر لے کر غار حرا میں گوشہ نشیں ہوجاتے۔ وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی۔ آخرکار اس شب ظلمت کدہ کا آخری وقت آ گیا اور نور نبوت کی ضیاء پاشیوں سے شرک وکفر کی تمام تاریکیاں چھٹ گئیں۔ ایک یوم آپ حسب معمول غار حرا میں معتکف تھے کہ جبرائیل امین خداوند قدوس کی طرف سے ''ختم نبوت'' کا تاج لے کر حاضر خدمت ہوئے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ ''اقراء''۔ پڑھو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''انا اُمّی'' اس پر جبریل امین نے آپ ﷺ کو اپنی آغوش میں لے لیا پھر اسی لفظ کو دہرایا۔ آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔ انہوں نے پھر اسی عمل کو دہرایا اور اس کے بعد آپ ﷺ کے سامنے قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کی اور آپ ﷺ نے بھی وہی آیات پڑھیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ گھر تشریف لائے، اپنی رفیقۂ حیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو صورت حال سے مطلع کیا۔ آپ ﷺ پر وحی کی دہشت طاری تھی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ نزول آیات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آپ ﷺ فریضہ نبوت کی ادائیگی میں مشغول ہوگئے۔ تسلسل اور سعیٔ پیہم سے اس فریضہ کو ادا کیا۔ اس دعوت ربانی پر اوّل اوّل جن سعید روحوں نے لبیک کہا وہ یہ ہیں۔ سیدہ خدیجہؓ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم۔ جوں ہی صدائے توحید کے اثرات کا دائرہ وسعت پذیر ہونے لگا۔ صنادید کفار نے اس آواز حق کو جبر واستبداد کے ذریعے روکنے کی کوشش کی لیکن یہ تمام انسدادی اور استبدادی تدبیریں بے کار ثابت ہوئیں۔ زمزمۂ توحید کی روح افزاء شراب شیریں کے متوالوں نے ان تمام مظالم کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ اور راہ حق میں پیش آنے والے ان مظالم کی ایذا رسانی کو حلاوت ایمانی میں موجب چاشنی سمجھا۔ روساء قریش نے جب دیکھا کہ انتہائی مظالم کے باوجود بھی یہ سیلِ رواں جاری وساری ہے تو انہوں نے انتہائی اقدام کا یہ فیصلہ کیا کہ پیغمبر اسلام کو قتل کیا جائے۔ اس پر خداوند قدوس نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے جائیں۔ آپ ﷺ نے یہ پُر صعوبت سفر رفیق غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں طے کیا۔ مدینہ منورہ پہلے ہی اسلام کا گہوارہ بن چکا تھا۔ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے ''خلافت ربانی'' اور ''حکومت الٰہیہ'' کی بنیاد رکھی۔ کامل دس سال آپ نے مدینہ منورہ میں قیام کیا اور پیغام الٰہی کی تبلیغ میں شبانہ روز محنت شاقہ برداشت کی۔ تاسیس حکومت الٰہیہ میں پیش آنے والے موانعات کو حسن تدبیر اور اصابت رائے سے دور کیا۔ قیام مدینہ کے دوران آپ ﷺ نے مہمات جہاد کو بھی سرانجام دیا۔ آپ ﷺ کے غزوات کی تعداد ستائیس ہے۔ یہ وہ غزوات ہیں جن میں آپ نے ﷺ بہ نفس نفیس شرکت کی۔ اور جو مہمات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سرانجام دیں اور جو وفود آپ ﷺ نے تبلیغ اسلام کے لیے روانہ کئے ان کی تعداد ساٹھ سے بھی زیادہ ہے۔ اور جو وفود آپ ﷺ کی خدمت میں تعلیم اسلام کے حصول کے لیے حاضر ہوئے۔ ان کی تعداد ستر کے قریب ہے۔ ۸ھ میں مکہ مکرمہ بھی اسلام کی

آغوش رحمت میں آ گیا۔ فتح مکہ کے روز آپ ﷺ نے ایک جامع اور معجزانہ صفت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں خالص توحید کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور وہ خطبہ پوری انسانیت کے لیے درس موعظت اور تعلیمات اسلامی کا آئینہ دار ہے۔ اور وہ خطبہ یہ ہے۔

''ایک اللہ کے سوا اور کوئی الہٰ نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا، اس نے بندے کی مدد کی اور بتوں کو توڑ دیا۔ ہاں تمام مفاخر اور تمام انتظامات خونبہائے قدیم میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ صرف حرم کعبہ کی تولیّت اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہے۔ اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔''

فتح مکہ کے روز آپ ﷺ کی ذات سے جن اخلاق کریمانہ کا مشاہدہ ہوا۔ ان سے ایک فاتح بادشاہ اور پیغمبر کا امتیاز واضح ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے آپ ﷺ کے وجود مبارک پر اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم پر مظالم کے پہاڑ توڑے اور مختلف ستم رانیوں سے آپ کے وجود کو تختۂ مشق ستم بنایا تھا' وہ تمام کے تمام آپ کے سامنے تھے۔ آپ ﷺ نے خود ہی ان سے سوال کیا۔ تم کو کچھ معلوم ہے میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟ وہ چونکہ مزاج شناس تھے' اس لیے انہوں نے جواب دیا آپ ﷺ شریف بھائی اور شریف برادرزادہ ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم پر کچھ الزام نہیں' جاؤ تم سب آزاد ہو۔

۱۰ھ میں آپ ﷺ نے ایک لاکھ قدوسیوں کے جلو میں حجۃ الوداع کا فریضہ ادا کیا۔ اسی موقع پر تکمیل دین کی آیت نازل ہوئی' جس میں آپ ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ تھا اور اس موقع پر بھی آپ نے ایک جامع اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جو پوری انسانیت کے لیے منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی خطبہ میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''تمہارا باپ ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر' عجمی کو عربی پر' سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تمہارے غلام' جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ' جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔ عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا خون اور تمہارا مال تا قیامت اسی طرح حرام ہے۔ جس طرح یہ دن اس مہینہ اور اس شہر میں حرام ہے۔ میں تم میں ایک چیز چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو تم گمراہ نہ ہو گے وہ کیا چیز ہے؟ کتاب اللہ۔''

خطبہ کے آخر میں فرمایا! ''تم سے اللہ کے ہاں میری بابت پوچھا جائے گا تم کیا جواب دو گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا۔ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا:'' اے اللہ تو گواہ رہنا۔''

حجۃ الوداع سے واپسی پر ماہ صفر کے آخری ایام میں سفر آخرت کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور کئی ایام کی علالت کے بعد ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ کو اس دنیائے فانی سے رحلت کی۔ اور آخری وقت میں امت کو نماز اور غلاموں کے حقوق کی نگہداشت کی وصیت فرمائی **انا للہ وانا الیہ راجعون** اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پیغام حق کو اقصائے عالم تک پہنچا دیا۔